علامہ اقبال کا سفر دھلی سنہ ۱۱۰۵ء

لندن روانگی کے موقعہ پر

جب اقبال اعلیٰ تعلیم کے لئے عازم یورپ ہوئے تو پہلے دھلی پہنچے حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء رہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ مرزا غالب کی قبر پر فاتحہ پڑھی - دھلی سے بمبئی پہنچے اور بمبئی سے لندن کی راہ لی - حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار کی حاضری کی دلچسپ روداد خواجہ حسن نظامی نے اخبار '' وکیل '' امرتسر میں '' ہمارا پردیسی '' کے عنوان سے شائع کرائی جس کو مولوی انشاء اللہ ایڈیٹر '' وطن '' لاھور نے نقل کیا ھے - حضوت علامہ کی اسی حاضری کے اپنے تاثرات کو ملا واحدی نے '' پرانی یادیں '' کے عنوان سے ''منادی'' دھلی میں شائع کیا ھے - خوش قسمتی سے ھمیں یہ دونوں نوادر اور اس سلسلہ کی ایک آدھ اور تحریر مل گئی ھے - ان تحریروں کو یہاں پیش کیا جاتا ھے -

علامہ اقبال کی لندن روانگی کی اطلاع اڈیٹر '' وطن '' نے مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کی -

'' شیخ محمد اقبال صاحب ایم - اے انگریزی علم ادب کی تکمیل کے لئے تین سال کے واسطے یکم ستمبر کو لاھور سے انگلستان کو روانہ ھوگئے - دعا ھے کہ خداوند کریم ان کو بخیریت و کامیابی واپس لائے - ''

اس کے بعد خواجہ حسن نظامی کی روداد ملاحظہ فرمائیے جس کو ایڈیٹر '' وطن '' لاھور نے وکیل امرتسر سے نقل کیا ھے - '' ھمارا پردیسی '' کے عنوان سے حسن نظامی ھمعصر ''وکیل'' کو لکھتے ھیں :

'' ھونہار لائق و فائق ھندوستانی شیخ محمد اقبال ایم - اے ۳- ستمبر کو لندن سدھارا - خدا اُسے بامراد واپس لائے اور غریب ھندوستان کو اس کی ذات سے فائدہ حاصل کرنے کا موقعہ ملے [1] -

۱۲ ستمبر کو صبح ٦ بجے دھلی اسٹیشن پر ھندی اقبال کا خیر مقدم کیا گیا - یہ درویش بھی اپنے ھمراز مسافر کے استقبال کے لئے حاضر تھا - چوں کہ دھلی میں محض حضرت محبوب الٰہی کے مزار کی زیارت کے لئے قیام کیا گیا تھا اس لئے کچھ دیر اپنے محب خاص مولوی نذر محمد - بی - اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقہ دھلی کے مکان پر توقف کرکے درگاہ شریف کی جانب روانہ ھو گئے - اگرچہ کھانے کا وقت آگیا تھا اور مولوی نذر محمد صاحب کی آرزو تھی کہ یہ قافلہ شکم سیری کے بعد کوچ کرے مگر اقبال نے لنگر محبوب کی سوکھی روٹیوں کو مکلف طعام پر ترجیح دی - اور کوچ کا سامان کردیا -

---

۱ - وطن لاھور مجریہ ۸- ستمبر ۱۹۰۵ء بروز جمعہ مطابق ۷- رجب ۱۳۲۳ھ موافق ۲۴ - بھادون سمبت ۱۹٦۲ جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۳۵ ص ۸ - کالم ۱ -

الغرض رمز شناس حقیقت، میر نیرنگ ساکن انبالہ، شیخ محمد اکرام نائب ایڈیٹر مخزن لاہور، مولوی نذر محمد، منشی نورالدین ڈرائنگ ماسٹر نارمل اسکول دہلی، حسن نظامی، اقبال وغیرہ کی جماعت دربار سلطانی میں حاضر ہوئی ۔ ہم سب لوگ تو زیارت کرکے روضہ مبارک کے باہر آگئے اور اقبال نے عین مزار شریف کے متصل کچھ دیر مراقبہ کیا اور اپنی نئی نظم ''خاموشی کی صدائیں'' پیشکش کی ۔ اس کے بعد روضہ مقدس کے سرہانے لوگوں کے حلقہ میں بلند آواز اور اقبالی لحن میں اس نظم کو دوبارہ سنایا ۔ اس وقت سامعین پر ایک خاص کیفیت طاری تھی ۔ یہ نظم اقبال کی تمام نظموں میں ممتاز اور مخصوص سمجھی جانے کے قابل ہے ۔ اس کا ایک حصہ حضرت محبوب الٰہی کی منقبت میں تھا ، اور ایک حصہ میں اپنے سفر کی غرض و غایت بیان کی تھی ۔ اور یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ آئندہ کس قسم کی زندگی اختیار کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ نظم غالباً اکتوبر کے مہینے میں مخزن کے ذریعہ سے شائع ہوگی ۔ (مخزن لاہور سے نکلتا ہے اور ہندوستان میں اردو زبان کا سب سے عمدہ ماہواری رسالہ تسلیم کیا جاتا ہے) ۔ میرے خیال میں یہ نظم اس قابل ہے کہ ہندوستان کا ہر اردو خواں باشندہ اس کو پڑھے اور نتائج پر غور کرے ۔

زیارت سے فارغ ہوکر وہ خشک روٹی جو توشہ خانہ حضرت محبوب الٰہی کی جانب سے فقراء اور درویشوں کو دی جاتی ہے ان سب گریجویٹ درویشوں نے خوشی خوشی مزے سے کھائی ۔ پھر روحانی شراب یعنی سماع کا دور چلتا رہا اور ولایت خاں قوال نے خوب رنگ جمایا ۔ اس قوال کو بھی حضرت محبوب الٰہی سے خاص واسطہ ہے ۔ کیونکہ یہ حضرت صامتی کی اولاد میں ہے جو حضرت محبوب الٰہی کے خاص اور پسندیدہ قوال تھے ۔ اب ان کی اولاد میں صرف ایک ہی گھر باقی رہ گیا ہے ۔

قصہ مختصر چند ساعت کی چہل پہل کے بعد رخصت اور وداع کی تیاریاں ہونے لگیں ۔ چلتے چلتے مرزا غالب کے مزار پر بھی گزر ہوگیا اور ایک ایسا نظارہ دیکھا ، جو وفات غالب سے لے کر آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا ۔ جب ہم قبرستان کے احاطہ میں داخل ہوئے سورج ڈھل چکا تھا ۔ شاید ایک بجا ہوگا ۔ دھوپ میں ناقابل برداشت تیزی تھی ۔ اول چند مغل امرا کی قبروں کو پامال کرنا پڑا، جو مرقد غالب کے رستہ میں حائل تھیں ۔ اس کے بعد ہم خاک کے اس ڈھیر پر پہنچ گئے جس کے نیچے گنج معانی دفن ہے ۔ مرزا غالب کا آدھا چبوترہ مٹی میں پوشیدہ تھا ۔ ہم اسی رخ ایک کچی دیوار کا تکیہ لگاکر بیٹھ گئے ۔ یہ چھوٹی سی دیوار غالب کے دائیں پہلو میں اداس اور چپ چاپ کھڑی تھی ۔ اس نے باوجود بے سرو سامانی ہم پر سایہ ڈالا اور سونے والے غالب کی طرف سے میزبانی کی' نیرنگ و اقبال پر اس سین کا اتنا اثر تھا کہ افسردگی کے عالم میں خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے ویسی ہی' اکرام، نذر محمد، نورالدین، حسن نظامی کی حالت تھی اور مزار کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے ۔ یکایک ولایت کی سریلی اور مہین آواز میں غالب کی

روح بولنے لگی ۔ جس وقت ولایت نے غالب کا یہ شعر پڑھا :

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

سب پر از خود رفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ خاص کر اقبال جھوم جھوم کر شعر کی تکرار کرتے تھے ۔ اس پر عسرت و پر حسرت سین کا بہت جلد خاتمہ ہوگیا اور ہم غالب کو اکیلا چھوڑ کر چلے آئے ۔ شب مولوی نذر محمد بی ۔ اے کے مکان پر بسر ہوئی ۔ جو نہایت خلیق و متواضع آدمی ہیں۔ صبح ۶ بجے بمبئی میل میں ہمارا پردیسی تین برس کے لئے ہم سے چھٹ گیا ۔ ،، ۱

اب حضرت ملا واحدی کے تاثرات ملاحظہ کیجئے:

سنہ ۱۹۰۵ء کا ایک یادگار دن

جب اقبال حضرت سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

مرزا غالب یہ کس کی سرمستیوں کا ذکر کر رہے ہیں ۔ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کس پر چھائی تھیں اور پھر کس کا نشہ اترا تھا ۔ کس کی جوانی ڈھلی تھی اور کس کا لطف حیات گیا تھا ۔ ان کا اپنا ذکر ہو ، یا کسی اور کا، ذرا غور تو کیجئے ۔ جس کا بھی ذکر ہے وہ آج لذت خواب سحر ہی سے نہیں ۔ لذت خواب زندگی سے بھی محروم ہے ۔ مرزا کو لذت خواب سحر جانے کا ملال تھا وہاں لذت خواب زندگی بھی نہیں رہی ۔

ڈیڑھ سو برس قبل بھی سب کچھ ہوتا ہوگا جو آج کل ہوتا ہے اور ہمیشہ سے ہوتا ہے ۔ لیکن بقول میر نیرنگ' زمانے کی قینچی اس طرح چلتی ہے کہ کترنیں تک کہیں پڑی نہیں چھوڑتی ۔ پرانی باتیں جانے دیجئے ۔ کل کی بات سنئے ۔ میرے سامنے کی بات ہے لیکن یہ بھی داستان پارینہ ہے ۔ اقبال ابھی شیخ محمد اقبال ایم ۔ اے ہیں اور بیرسٹری کی تعلیم اور فلسفے کی تکمیل کے لئے یورپ روانہ ہو رہے ہیں ۔ ویسے اقبال کا نام اور کلام گھر گھر میں گونج رہا ہے ۔ ان کی نظمیں ملک کے متعدد رسالوں میں چھپتی ہیں اور داخل نصاب ہیں ۔ ان کا یہ شعر بچے بچے کی زبان پر ہے ۔

آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ
وہ جھاڑیاں چمن کی ، وہ میرا آشیانہ

ادبی اور علمی دنیا میں لاہور کے تین نوجوانوں کے متعلق چرچہ تھا کہ پنجاب کو چار چاند لگائیں گے ۔ ایک شیخ محمد اقبال، دوسرے شیخ عبدالقادر اور تیسرے ظفر علی خاں ۔ اقبال سر فہرست تھے ۔ اب طبل اقبال بجنے کا دور آتا ہے ۔ اب وہ بیرسٹری پاس کرنے اور فلسفے کا ڈاکٹر بننے یورپ جارہے ہیں۔

۱۔ وطن لاہور یوم ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء مطابق ۲۳ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۳ھ جلد ۵ نمبر ۳۷

لیکن یورپ جانے سے پہلے حضرت سلطان المشائخ، محبوب الہی، خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر انوار پر حاضری دینی اور دعا لینی ضروری ہے۔

شیخ محمد اکرام، معاون مدیر مخزن لاہور ساتھ ہیں۔ راستے میں انبالے سے میر نیرنگ مشائعت کرتے ہیں اور دلی میں منشی نذر محمد، انسپکٹر مدارس اور خواجہ حسن نظامی ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ منشی نذر محمد کا مکان ریلوے اسٹیشن کے قریب ہے۔ تھوڑی دیر ان کے ہاں آرام کیا جاتا ہے۔ پھر پوری پارٹی حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ آتی ہے۔ اقبال کی خواہش کی مطابق سب گنبد کے دروازے کے پاس رک جاتے ہیں۔ اقبال تنہا گنبد میں داخل ہوتے ہیں اور مزار کے سرہانے بیٹھ کر مندرجہ ذیل نظم پڑھتے ہیں:-

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری، فیض عام ہے تیرا
تیرے وجود سے روشن ہے راہ منزل شوق
دیار عشق کا مصحف کلام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال
مرید پیر نجف ہے غلام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار توام
دگر کشادہ جبینم گل بہار توام
کیا ہے تیرے مقدر نے مدح خواں مجھ کو
مجھے ہزار مبارک، مری زبان مجھ کو
بھلا ہو دونوں جہاں میں حسن نظامی رہ کا
ملا ہے جس کی بدولت یہ آستاں مجھ کو
مرے سفینے کو تو نے کنارہ بوس کیا
اماں نہ دیتا تھا جب بحر بیکراں مجھ کو
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو
رہوں میں خادم خلق خدا، جیوں جب تک
نہیں ہے آرزوئے عمر جاوداں مجھ کو
قسم ہے اپنے دل درد مند کی آقا
تری ثنا کے لئے حق نے دی زبان مجھ کو
شگفتہ ہو کہ، کلی دل کی پھول ہوجائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

تنہائی میں کیا کیفیت رہی ہوگی، اس کی خبر تو اقبال کو تھی یا اللہ کو،

باہر آکر درگاہ کے صحن میں مرزا کی طرف منہ کرکے نظم دوبارہ سنائی گئی تو آواز کے درد اور لہجے کی رقت سے تمام احباب اور دوسرے سامعین بے حد متاثر ہوئے اور بے اختیار آمین و آفرین پکار اٹھے ۔ عجب عالم محویت تھا ۔ جو اس دن وہاں موجود تھا وہی اس کا تصور کرسکتا ہے ۔

درگاہ سے خواجہ حسن نظامی کے مکان گئے ۔ کھانا کھایا ۔ ولایت خاں مرحوم، دلی کا مشہور قوال، جس کی ابھی ابتداء تھی مگر نو عمری ہی میں خوش گلو اور طبیعت دار تھا، گاتا رہا اور وقت گذرتا رہا ۔ اس کے بعد شہر واپس ہوئے ۔ واپسی میں پارٹی مرزا غالب کی قبر پر ٹھیری ۔ میر نیرنگ قبر کی لوح کو پکڑے بیٹھے تھے۔ اقبال دائیں جانب عالم محویت میں تشریف فرما تھے ۔ ستمبر کا مہینہ تھا، ہوا بند تھی اور دھوپ بڑی تیز، لیکن کسی کو گرمی کا احساس نہ تھا ۔ ولایت بولا " حضور! اجازت ہو تو مرزا غالب کی غزل پیش کروں ۔" سرود به مستاں یاد دھانیدن، یہاں کسے عذر تھا۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا :-

دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی   دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی

غزل کے ان دو شعروں نے حاضرین میں ہلچل پیدا کردی - دیکھئے کس قدر بر محل تھے ۔

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں
بارے اب اے ہوا، ہوس بال و پر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سر مستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

ولایت نے غزل ختم کی اور پارٹی ہوش بجا کرکے چلنے کے لئے اٹھی۔ اقبال نے جوش عقیدت میں غالب کی لوح مزار کو بوسہ دیا اور شہر کا راستہ لیا ۔ آہ ' اقبال اور اقبال کی صحبتیں بھی آج افسانہ ہیں اور ان افسانوں کو بیان کرنے والے خود عنقریب افسانہ ہوا چاہتے ہیں ۔ [۱]

اقبال کے لندن پہنچنے کے بعد روداد سفر پر مشتمل ان کا ایک طویل خط " وطن " [۲] لاہور میں شائع ہوا ۔ اس خط کو منشی محمد دین فوق، ایڈیٹر "کشمیری میگزین" لاہور نے کشمیری میگزین میں نقل کیا اور علامہ اقبال سے ان کے " رشحات قلم " کی درخواست کی جس کا جواب علامہ نے ایک خط کی صورت میں مرحمت فرمایا، فوق مرحوم نے علامہ اقبال کا وہ خط (بصورت اقتباس) ایک تمہید کے ساتھ کشمیری میگزین میں شائع کردیا جو درج ذیل ہے ۔

"فخر قوم شیخ محمد اقبال صاحب ایم ۔ اے"

" کشمیری میگزین کے پہلے نمبر بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء میں " ولایتی چھٹی " کے عنوان سے محبی و مشفقی پروفیسر محمد اقبال صاحب کا

۱. ماہنامہ " منادی " دہلی، جلد ۳۹ شمارہ ۲ ۔

۲. ہفتہ وار " وطن " لاہور مراد ہے - یہ خط ہفتہ وار " چٹان " لاہور میں شائع ہو چکا ہے -

ایک مضمون ایک '' اوکل صحیفہ[۱] '' سے اقتباساً درج کیا گیا تھا بعض حضرات نے اعتراض کیا کہ شیخ صاحب کے مضامین دیگر اخباروں سے نقل نہ کئے جایا کریں بلکہ ان کو توجہ دلائی جائے کہ وہ براہ راست اپنے قومی میگزین کو بھی یاد فرمایا کریں ۔ بعض اصحاب نے تو یہاں تک اشتیاق ظاہر کیا کہ میگزین کا ایک پرچہ بھی ان کی نظم یا نثر سے خالی نہ رہنا چاہئے ۔ ادھر تو مشتاقان کلام اقبال کو یہ لکھا گیا کہ وہ ولایت میں بغرض مضمون نگاری نہیں بلکہ بغرض تعلیم گئے ہیں اور وہ تعلیم میں وہاں اس قدر مصروف ہیں کہ ان پر فرمائشی نظم و نثر کا بوجھ ڈالنا نامناسب معلوم ہوتا ہے ادھر شیخ صاحب کی خدمت میں گذارش کی گئی کہ قوم کا بھی کچھ حق ہے ۔ اگر کچھ وقت بچا کرے تو قومی مخزن (میگزین) کو بھی یاد فرمایا کیجئے ۔ اس عریضہ کا جو جواب درج ذیل ہے :

''ڈیر فوق—آپ کا خط ملا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں ۔ مجھے یہ خیال تھا کہ جاتی دفعہ آپ سے ملاقات نہ ہوسکی ۔ افسوس ہے مجھے اس موقعہ پر فرصت کم تھی ورنہ کہیں نہ کہیں آپ سے ملنے کو آجاتا ۔ اچھا ہوا کہ آپ نے وہ پرچہ (کشمیری میگزین) اپنی ذمہ داری پر چلانا شروع کیا ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ یہاں کے مشاغل سے مطلق فرصت نہیں ملتی ایسے حالات میں مضامین لکھنے کی کہاں سوجھتی ہے البتہ شعر ہے جو کبھی کبھی خود بخود ہوجاتا ہے سو شیخ عبدالقادر (ایڈیٹر مخزن) لے جاتے ہیں ۔ ان سے انکار نہیں ہوسکتا ، آپ سے بھی انکار نہیں اگر کچھ ہوگیا تو حاضر ہوگا ۔

والسلام

محمد اقبال

ٹرینٹی کالج، کیمرج ، انگلینڈ '' [۲]

محمد ایوب قادری

۱۔ ہفتہ وار '' وطن '' لاہور مراد ہے ۔

۲۔ کشمیری میگزین (لاہور) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۶ع جلد نمبر ۱، شمارہ ۴ ص ۲۲ ۔